تنزیل و تاویل

تفسیر سورۂ کوثر

(۶)

تالیف علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی مدیر الاصلاح اعظم گڈھ

سورہ پر بحیثیت مجموعی ایک نظر ۱۵۔ جو تاویل ہم نے اوپر بیان کی ہے، اگر تم اس کو صحیح تسلیم کر کے اس سورہ پر بحیثیت مجموعی ایک نظر ڈالو گے اور ان آیات کے تمام حدود و اطراف پر غور کرو گے تو تمہارے سامنے چند اہم حقیقتیں آئیں گی۔

۱۔ آنحضرت صلعم وراثت ابراہیمی کے وارث ہیں اور آپ کی بعثت دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا ظہور و اعلان ہے۔

۲۔ یہ عطیہ اللہ تعالیٰ نے خائنوں اور ناشکروں سے چھین لیا کیونکہ ایسے لوگ خدا کے مبغوض ہیں جیسا کہ سورۂ حج میں بیان فرما دیا ہے۔

۳۔ اس عطیہ سے محرومی ایک مخصوص صفت کا نتیجہ قرار دی گئی ہے جس سے اس کی اصل علت بھی واضح ہو گئی یعنی پیغمبر سے دشمنی خدا کی برکتوں سے محرومی کا سبب ہے

۴۔ یہ محرومی و نامرادی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ وراثت ابراہیمی کے وارث ہیں وہ اس کے دوست ہوں گے۔ یعنی یہ وراثت اہل حق اور اصحاب باطل کے درمیان ایک نشان امتیاز ہے۔ جو اس سے محروم ہوں گے ان کا شمار دشمنوں میں ہو گا او

جو اس سے سرفراز ہوں گے ان کا شمار دوستوں میں ہوگا۔

۵۔ جب نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی اور محبت کا نشان قرار دیا ہے تو لازماً ان کا ترک اس کی دشمنی کی دلیل ہوگا۔ اور مشرکین، اور یہود و نصاریٰ اور اس امت کے تمام منافقین اس کے اعداء کے حکم میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ ان میں سے بعض نے نماز کا استخفاف کیا ہے اور بعض نے حج کا اور بعض دونوں ہی سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ پس جو لوگ نماز، قربانی اور حج کو ضایع کردیں گے وہ پیغمبر علیہ السلام کے دشمن ہوں گے اور یہود و نصاریٰ کی طرح وراثت ابراہیمی سے محروم اور ذلیل و پامال ہوں گے۔ لیکن اسلام پر اللہ تعالیٰ کا مخصوص فضل و کرم ہے کہ اہل حق و اصحاب سنت کی ایک جماعت اس کی خدمت کے لیے باقی ہے جو انشاء اللہ فروغ پائے گی۔ اور اسلام کی عزت و شوکت کا ذریعہ ہوگی۔

وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ‏ اگر تم منہ موڑ لو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کھڑی کرے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوگی۔

ان تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ یہ سورہ ایک طرف فتح مکہ کی بشارت ہے دوسری طرف اس میں آنحضرت صلعم کے دشمنوں کے لیے وراثت ابراہیمی سے محرومی کی تہدید و وعید ہے۔ اس کا اول و آخر بالکل مقابلہ کے اسلوب پر ہے اور بیچ کا حصہ گویا برزخ کی طرح دونوں طرف سے متعلق ہے یعنی جو لوگ توحید پر قائم رہ کر نماز اور قربانی کو قایم کریں گے وہ کوثر کی نعمت سے سرفراز ہوں گے۔ اور جو ان کو ترک کریں گے، وہ کوثر سے محروم ہوں گے۔ اس سورہ کی مثال ایک ترازو کی ہے جسمیں دو پلڑے ہیں اور بیچ میں اس کی زبان ہے۔ ایک پلڑے میں خیر کثیر کی گراں مایہ دولت ہے اور دوسرے میں محرومی و نامرادی کی ذلت۔ یا یوں سمجھو کہ ایک طرف وجود ہے اور دوسری طرف عدم اور جس طرح میزان کی زبان وزن کی طرف جھکتی ہے اسیطرح بیچ کی آیت پہلی آیت کی طرف جھکتی ہے

اِس لیے اِن دونوں کے درمیان "ف" کے ذریعہ ربط قائم کیا گیا ہے۔ برعکس اس کے تیسری آیت بالکل علحدہ ہے۔ گویا سورۃ کا اسلوب ہی اعلان کر رہا ہے کہ حوض کوثر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور جان نثاروں کا مخصوص حصہ ہے۔ آپ کے اعداء اور مخالفین اس نعمت گرانمایہ سے محروم ہیں۔

امت محمد صلعم کے لیے رضوان الٰہی کی بشارت | ۱۶۔ اوپر گذر چکا ہے کہ جس طرح یہ محرومی آپ کے تمام دشمنوں کے لیے عام ہے اسی طرح یہ بخشش آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے عام ہے۔ اس لیے یہ بشارت کفر پر اسلام کے غلبہ ہی کی بشارت نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن آپ کی امت پر رحمت و رضوان الٰہی کی جو بارش ہوگی اس کی بشارت بھی اس میں مضمر ہے اور آخرت میں حوض کوثر کا بخشنا اسی حقیقت کی ایک تعبیر ہے

اس سورہ میں جو پیشین گوئی مضمر تھی۔ اس کے واقع ہو جانے کے بعد گویا اس امر کا اعلان ہو گیا کہ مسلمان خدا کے ایمان و تصدیق کی کسوٹی پر پورے اترے اور خدا نے ان سے راضی ہو کر ان کو قوموں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے چن لیا۔ انبیاء کے حالات اور قرآن کی تصریحات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا آغاز مصایب اور صبر کے ماحول میں ہوتا ہے اور اس کی انتہا برکات اور اجر پر ہوتی ہے۔ اس لیے مکہ کی فتح نے اعلان کر دیا کہ مسلمان خانہ کعبہ کے متولی اور خدا کی زمین میں دین حق کے گواہ ہیں۔ یہ گویا اس وعدہ کا ظہور ہے جو فرمایا گیا تھا۔

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم	جو تم میں سے ایمان لائے اور نیکوکار ہوئے ان سے
وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض	ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ جس طرح ان سے پہلے کے لوگوں
کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن	کو اس نے خلافت دی تھی اسی طرح ان کو بھی زمین میں
لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم	خلافت دیگا اور ان کے لیے اس دین کو محکم کرے گا
من بعد خوفھم امنًا۔ یعبدوننی	جسے اس نے ان کے لیے پسندیدہ ٹھیرایا ہے اور اُن

ولا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون	کی خوف کی حالت کو امن و اطمینان سے بدل دیگا وہ لوگ صرف میری بندگی کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ اور ان انعامات کے بعد جس کسی نے کفر کیا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

یہی وہ وعدہ تھا جس کو "انا اعطیناک الکوثر" کہکر پورا کر دیا۔ ان دونوں آیتوں میں خاص طرح کا تشابہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے واقیموا الصلٰوۃ واتوا الزکوٰۃ ۔ نماز قایم کرو اور زکواۃ دو" جو فصل لربک وانحر" سے لگتی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا۔ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ۔ رسول کی اطاعت کرو کہ تم پہ خدا رحم فرمائے ۔ یہ آیۃ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے، ان شانئک ھو الابتر سے مشابہ ہے۔

بالکل یہی حال سورہ فتح کا ہے ۔ اللہ تعالٰی نے امت مرحومہ کے لیے امن و رحمت اور رضوان و مغفرت نیز ارض مقدس پر غلبہ کے جو وعدے فرمائے تھے یہ سورہ تمام تر الٰہی وعدوں کی تکمیل و ظہور کی بشارت ہے۔ انبیاء کے صحیفوں اور خصوصاً زبور اور امثال سلیمان میں بھی یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے مثلاً۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون	اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ۔

یہاں زمین سے مراد وہ "ارض مقدس" ہے جو ارض جنت کی مثال ہے اور آل عمران اور سورہ فیل کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ شرف و تقدم کی جو مزیت مکہ معظمہ کو حاصل ہے وہ اس آسمان کے نیچے زمین کے کسی ٹکڑے کو حاصل نہیں ہے۔ پس سورہ کوثر کے نزول کے وقت وعدہ وراثت کا ظہور شروع ہو چکا تھا یہاں تک کہ وہ پورا ہو گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے اپنی مقدس "زمین" کفار کے ہاتھوں سے چھین کر مسلمانوں

کے ہاتھوں میں دیدی اور اس طرح گویا اعلان کر دیا کہ اللہ کے نیک بندے اور الذین امنوا وعملوا الصلحت کے مصداق وہی ہیں اس لیے زمین کی خلافت و حکومت کے مستحق ہوئے۔

اس وعدہ کے ظہور نے آنحضرت صلعم کے متعلق اس بشارت کی بھی تصدیق کر دی جو حضرت موسیٰ نے دی تھی کہ جب نبی موعود آئیگا تو ارض مقدس کو کفار کے غلبہ و استیلاء سے پاک کریگا۔ بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء و سلاطین آئے ان میں سے کسی کے عہد میں بھی اس پیشگوئی کی تصدیق نہیں ہوئی۔ ان کے تمام صحیفے اس دعوے کی تصدیق کرتے ہیں اس لئے یہود ایک ایسے پیغمبر کے منتظر تھے جو ارض مقدس کو کفار کے استیلاء سے پاک کرے۔ قرآن مجید نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به۔	اور جب ان کے پاس اللہ کے پاس سے ایک کتاب آئی جو ان کی کتابوں کی تصدیق کرتی تھی اور حال یہ تھا کہ وہ پہلے سے کافروں پر فتح کے طلب گار تھے تو جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جس کو وہ پہچانتے تھے۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

نبوت محمدی صلعم کی ایک دائمی دلیل

۱۷۔ یہ سورۃ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، اس امر کا اعلان کر رہی ہے کہ کوثر سے محرومی کی علت پیغمبر صلعم کی عداوت ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک متصل اور دائمی دعوۂ نبوت ہے۔ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، کہ وہ کسی خاص سرزمین کے متعلق یہ اعلان کر دے کہ اس پر اس کی سلطنت ہمیشہ قائم رہیگی اور اس کے اعداء اس سرزمین سے ہمیشہ محروم رہیں گے۔ زمانہ کے سیل حوادث کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ بڑی بڑی بادشاہتیں اور بڑے بڑے سلاطین اس کے بہاؤ میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ لیکن قرآن نے سورۂ کوثر میں جو اعلان کیا، اس کو زمانہ اب تک باطل نہ کر سکا۔ اس لیے یہ عظیم الشان پیشین گوئی ایک طرف مسلمانوں کے لئے ایک

لازوال بشارت ہے دوسری طرف اس میں خاتم النبیین کی نبوت کی ایک دائمی اور غیر فانی حجت ہے اور یقیناً یہ تمام اُن پیشین گوئیوں سے کہیں بڑھ کر ہے جن کی عمریں ختم ہو چکیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی وہ پیشین گوئیاں جن کی طرف قرآن مجید نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ — اور تمھیں پہلے سے بتا دوں گا جو تم کھاؤ گے اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرو گے۔

یا دانیال و حزقیل نبی کی پیشین گوئیاں جن کے ظہور کا اب تک انتظار ہے۔ آنحضرت صلعم کی بعثت ہمیشہ کے لیے تھی اس لئے چند روزہ پیشینگوئیاں آپ کی شان رسالت سے فروتر تھیں۔ آپ آخری نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف آپ کے ظہور سے بہت سی اگلی پیشین گوئیوں کی تصدیق فرمائی دوسری طرف آپ کو ہمیشہ باقی رہنے والی حجتوں سے سرفراز فرمایا۔

پھر پیشینگوئی کا کمال اعجاز یہ ہے کہ وہ ظاہری حالات کے بالکل خلاف ہو۔ اس پیشینگوئی میں یہ شان کمال درجہ موجود ہے۔ یہ سورۃ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے صلح حدیبیہ کے دن نازل ہوئی جس میں بظاہر غلبہ کفار کو حاصل ہوا تھا۔ صلح کی تمام شرطیں تقریباً ان کے موافق تھیں یہاں تک کہ بعض صحابہ نے علانیہ اس سے اختلاف کیا۔ اور آنحضرت صلعم کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔ معاہدہ کے بعض الفاظ کو کفار کے اصرار و اختلاف سے آنحضرت صلعم نے مٹانے کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے اسکی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس روز کے ظاہری حالات اس قسم کی پیشنگوئی کے بالکل خلاف تھے۔ یہ پیشین گوئی بالکل اسی قسم کی تھی جیسی آپ نے رومیوں کے غلبہ کے بارہ میں فرمائی تھی۔ وہ بھی جیسا کہ ہم تفصیل لکھ چکے ہیں ظاہری حالات کے بالکل خلاف تھی۔

حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے اس نبوت کی جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے

ازانجملہ یہ بھی ہے کہ اس کی پیشنگوئیاں جلد تر پوری ہوں گی یہاں تک کہ لوگ ان کو دیکھ کر اس کے نبی ہونے کا یقین کریں گے۔ تثنیہ ۱۸ میں ہے۔

"میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ جیسا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہیگا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو، جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں؟ تو جان رکھو کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے اس سے مت ڈر" یوحنا باب ۱۶ میں ہے۔

لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

چنانچہ اس سورہ کے نزول کے کچھ ہی دنوں بعد مکہ فتح ہوا۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ پیشین گوئی ایک لازوال بشارت اور کفار کے لیے ایک دائمی انداز وعید کی شکل میں پوری ہوگئی۔ ان تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھکر، غور کرو اس میں آنحضرت صلعم کی رسالت کی صداقت کی کیسی اہم حجتیں مضمر ہیں۔

حضرت ابراہیم سے اللہ کا وعدہ اور اس کی تصدیق

۲۔ پچھلی فصلوں میں جو مباحث گذرے ہیں ان سے یہ حقیقت بالکل روشن ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم اور آپ کے اتباع کو خیر کثیر کی دولت بخشی اور آپ کے اعداء کو اس لیے محروم فرمایا۔ یہ بعینہٖ اس وعدہ کی تکمیل ہے جو خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا تھا کہ تمام اہل زمین ان کی ذریت سے برکت پائیں گے۔ اور جو ان پر برکت بھیجے گا وہ مبارک ہوگا۔ اور جو لعنت بھیجیگا وہ ملعون ہوگا۔ یہ دونوں باتیں اس سورۃ میں موجود ہیں پہلی بات "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" میں موجود ہے۔ اور

دوسری بات اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ہیں۔ دونوں باتوں کو پیش نظر رکھکر غور کرو تو تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلعم میں ایک نمایاں شباہت نظر آئیگی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت مقتضی ہوئی کہ تمام برکات کا سرچشمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنائے چنانچہ حضرت نوحؑ کے بعد تمام آسمانی برکتوں کے وارث وہی ہوئے جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ　　　اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا۔

"آل عمران" بھی ذریت ابراہیم میں شامل ہیں۔ اس لیے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے لیے گویا تمام عالم میں صرف آل ابراہیم کا انتخاب ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے واسطہ سے تمام اہل زمین کو برکت دینے کا وعدہ کیا گیا۔

تکوین میں باب ۱۲ میں ہے۔

"اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا کہ تو اپنے ملک اور قرابتوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھلاؤں گا نکل چل۔ اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کروں گا۔ اور تو ایک برکت ہو گا۔ اور ان کو جو تجھے برکت دیتے ہیں، برکت دونگا اور اس کو جو تجھ پر لعنت کرتا ہے، لعنتی کروں گا۔ اور دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے۔"

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مروہ کی طرف ہجرت فرمائی ہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی جگہ ہے۔ اس لیے اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عام برکت کا وعدہ ان کی ذریت کے واسطے سے پورا ہوگا۔ چنانچہ ایک دوسرے

مقام پر اس کی طرف صاف تصریح فرمادی - تکوین باب ۲۲ میں ہے۔

" خداوند فرماتا ہے اس لیے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا اپنا اکلوتا ہی بیٹا دریغ نہ رکھا میں نے

اپنی قسم کھائی کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دوں گا .... اور

تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی۔ کیونکہ تو نے میری بات مانی "

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس برکت کا اصلی سبب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔ ہرچند کہ یہ برکت اسحٰق علیہ السلام کی ذریت سے بھی پھیلی لیکن اس کا اصلی سرچشمہ حضرت اسماعیل ہی کی ذریت ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اس کے متعلق ایک اہم حقیقت بیان ہوی ہے:۔

" ابرہام تو یقیناً ایک بڑی اور بزرگ قوم ہوگا۔ اور زمین کی سب قومیں اس سے برکت پائیں گی

کیونکہ میں اس کو جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں اور اپنے بعد اپنے گھرانے کو حکم کریگا اور وہ خداوند

کی راہ کی نگہبانی کرکے عدل اور انصاف کریں گے۔ تاکہ خداوند ابرہام کے واسطے جو کچھ اس نے

اس کے حق میں کہا ہے پورا کرے "۔ تکوین باب ۱۸

یہاں برکت سے اس وعدہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ نیز اس سے ایک نئی حقیقت آشکارا ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو دین دیا گیا تھا اس کی حقیقت نیکی اور عدل تھی۔ اب غور کرو کہ آنحضرت کے ظہور سے یہ پیشین گوئی کسطرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ آپ کی بعثت اس سرزمین میں ہوئی جو ان تمام برکات کا سرچشمہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سرزمین اور دین ابراہیمی کا وارث بنایا آپ کی شریعت کی بنیاد نیکی اور عدل پر ہے آپ کی بعثت سے تمام روئے زمین کے لیے عام برکت کا وعدہ پورا ہوا۔ کیونکہ آپ کی رسالت تمام عالم کے لیے ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا — ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ — اور ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر

چونکہ آپ کی رسالت تمام عالم کے لئے عام ہے اس لئے وہ برکت بھی جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پھیلی آپ کے تمام پیروؤں کے لیے جو آپ کی ذات اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر برکت بھیجتے ہیں عام ہوگی۔ یہ اس وعدہ کی تصدیق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا کہ

"جو تجھے برکت دیتا ہے میں اسے برکت دوں گا۔"

اس کو دوسرے لفظوں میں زیادہ وضاحت سے یوں سمجھو کہ برکت کے معنی ہیں اہل و عیال کی کثرت کی دعا دینا۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی شخص کو برکت کی دعا دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اس کے اہل و عیال کو بھی خیر و برکت کی دعا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب ہم آنحضرت صلعم پر برکت بھیجتے ہیں تو گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برکت بھیجتے ہیں۔ علی ہذا القیاس جب ہم آنحضرت صلعم پر درود بھیجتے ہیں تو گویا آپ کی ذریت اور آل پر بھی درود بھیجتے ہیں۔ اس لئے نمازوں میں ہم یوں دعا کرتے ہیں۔

"اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم"

یعنی تو نے جس طرح ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر رحمت نازل فرمائی اسی طرح محمدؐ اور آل محمدؐ پر بھی اپنی برکت و رحمت نازل فرما تاکہ تیرا وعدہ پورا ہو۔

یہ برکت بھیجنے کا حکم دوسری امتوں کو نہیں دیا گیا۔ صرف مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ — اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔

اسی لئے ہم اپنی تمام نمازوں کو درود پر ختم کرتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ اولاً تو نماز کی فرضیت کے قائل نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم

یا ان کی ذریت میں سے کسی پر درود نہیں بھیجتے ۔ یہ درود صرف آنحضرت کا شعار ہے۔
ہم تشہد میں پہلے خدا کی بارگاہ میں صلوات وطیبات" کی نذر گذرانتے ہیں پھر اس کے تمام صالح بندوں کے لیے اس کی رحمت وبرکت مانگتے ہیں ۔ اور خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلعم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام لیتے ہیں۔ تاکہ ان کے حقوق کا اعتراف کریں ۔ یہ گویا اس نیکی اور عدل کی ایک فرع ہے جو نزول برکات کا سبب ہے ۔

اس شریعت کی برکت عمومی کی شہادت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ اس میں ہم کو تمام دنیا کے ساتھ عدل اور احسان کا حکم دیا گیا ہے ۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور عدل سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے بارہ میں لڑائی نہیں کی ۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے ۔ اللہ عدل کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے ۔

دوسری جگہ فرمایا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔

اے ایمان لانیوالو ! اللہ کے لئے قوام بنے رہو انصاف کے ساتھ شہادت دینے والے اور کسی قوم کی عداوت تم کو ایسا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو ۔ عدل کرو کہ یہی تقویٰ سے اقرب ہے

اس شریعت کے جزئیات احکام بھی جیسا کہ اس کے محل میں ہم نے تفصیل سے بحث کی ہے عمومیت اور مساوات کی اس روح سے معمور ہیں ۔ اور یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے احسان اور عدل کا مرکز بنایا ہے ۔ کیونکہ اس کا سنگ بنیاد توحید ہے ۔ اور اس کی تعمیر ذکر

تفسیر سورۂ قریش

از

جناب مولانا عبد القدیر صدیقی

یہ صورت مکی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔ قریش فہر کا لقب ہے اولاد فہر کو قبیلہ قریش کہتے ہیں۔ رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشرۂ مبشرہ قریش سے ہیں سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن غالب بن فہر۔ قریش ایک بڑی مچھلی کا نام ہے جو کشتیوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ غالباً وھیل مچھلی یا اس کے مماثل اور مچھلی ہے۔ قرش کی تصغیر قُرَیش ہے کبھی تصغیر تعظیم کے لیے بھی ہوتی ہے۔ جیسے انہ اُخَیشن فی امر اللہ۔ بے شک وہ امر خدا میں بہت سخت ہے۔

قبیلۂ قریش مکہ کا رہنا والا قبیلہ ہے۔ عام لوگ کعبۃ اللہ شریف کی وجہ سے قریش کی تعظیم کرتے تھے۔ قبیلہ قریش کا قافلہ سرما کے موسم میں یمن کی طرف بغرض تجارت جاتا تھا۔ اور ہندوستان وغیرہ کا سامان لاتا تھا۔ اور گرما کے موسم میں شام کو جاتا تھا۔ اس طرح تجارت کی وجہ سے نیز حاجیوں کی آمد اور ان سے تجارت کرنے کی وجہ سے بہ نسبت اور قبائل کے خوش بھی تھا۔ اس قبیلے کے دو مشہور خاندان ہیں۔ بنی ہاشم جو مذہبی پیشوا اور بمنزلہ برہمن کے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی خاندان سے تھے۔ اور بنی امیہ انتظام امور دنیا کے متکفل تھے بمنزلہ چھتری کے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عام طور سے مکہ معظمہ میں بت پرستی ہوتی تھی۔ خود کعبۃ اللہ شریف میں (۳۶۰) بت شمار کھے تھے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو نجاست اور بتوں سے پاک کر دیا